ہدایتُ القرآن (۱۶)

مولانا محمد نفی ابینی سے

قوم بنی اسرائیل کی احسان فراموشی و گمراہی

گذشتہ سے پیوستہ

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ تا وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اور جب ہم نے تمہارے راستہ کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا[۱] تو پھر تمہیں تو نجات دی اور تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعونیوں کو غرق کر دیا[۲]۔

۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے سمندر میں راستہ ہو جانا اور خیر و خوبی کے ساتھ گذر جانا ان کے دشمنوں کے لئے راستہ نہ ہونا اور ان کا ہلاک و برباد ہو جانا بلاشبہ تاریخ کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ جس پر یہودی فخر کرتے تھے۔ قرآن نے اسی واقعہ کو یاد دلا کر یہ دکھایا ہے کہ جب کسی قوم کا ظلم و ستم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس کی ہلاکت و بربادی اور مظلوم قوم کے اس سے نجات پانے کی ایسے ہی عجیب و غریب شکل اختیار کی جاتی ہے۔ جس سے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اور ظاہری طور پر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ یہ واقعہ بحر قلزم میں ہوا تھا۔ دریائے نیل سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

۲ محکمہ موسمیات و جغرافیہ کے ماہرین اس واقعہ کی جو بھی وجہ بیان کریں یا سمندر کے جس حصّہ سے بھی اس کا تعلق جوڑیں نہ مومن کے ایمان میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ اس واقعہ کے معجزہ ہونے میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ مثلاً موسمیات والے کہتے ہیں کہ رات بھر زوردار پوربی ہوا چلی جس سے سمندر کا پانی دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا اور درمیان میں راستہ ہو گیا یا جوار بھاٹا کی شکل پیدا ہوئی جس سے پانی کے دو حصّے ہو گئے۔ اور درمیان میں راستہ ہو گیا۔ قدیم جغرافیہ والے کہتے ہیں کہ سمندر اس زمانے میں آج کی طرح لق و دق نہ تھا بلکہ اس میں چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی تھے جو کبھی غائب ہو جاتے اور کبھی موجود ہو جاتے تھے۔ پھر یہ راستہ سمندر میں نہ ہوا تھا بلکہ اس کی ایک شاخ میں ہوا تھا جو سمندر کے بائیں جانب (جنوب میں) تقریباً دو میل چوڑائی میں تھی۔ قرآن

کو ان سب سے بحث نہیں ہے ۔ بحث صرف اس سے ہے کہ ایک مظلوم قوم نہایت کس مپرسی کی حالت میں ظالم قوم کے شکنجہ میں پھنسی ہوئی تھی اور اس سے نجات پانے کی انسانی تدبیریں فیل ہو چکی تھیں لیکن قانون قدرت کے مطابق مظلوم کی نجات اور ظالم کی ہلاکت کا وقت آ گیا تھا جس کے لئے قدرت نے وہ تدبیر اختیار کی جو غیر معمولی حیرت انگیز اور انسان کے بس سے باہر تھی ۔ یہ تدبیر قانونِ قدرت کے مطابق اور سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تھی لیکن لوگوں کی سمجھ سے باہر تھی ۔ اس بنا پر یہ واقعہ معجزہ قرار پایا جس سے ہمارے ایمان کو ہمیشہ تازگی ملتی رہے گی ۔

قرآن میں انبیاء علیہم السلام سے متعلق بہت سے غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعات (معجزات) ذکر کئے گئے ہیں جن کا انکار کیا جاتا ہے یا ان کا ایسا مطلب بیان کیا جاتا ہے جو قرآن کے بیان سے مناسبت نہیں رکھتا ہے ۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو قانون قدرت اور اللہ کی عادت کے خلاف سمجھا جاتا ہے جبکہ ان دونوں کے بارے میں طے شدہ ہے کہ ان کی خلاف ورزی یا ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے ۔ آگ جلاتی ہے یہ قدرت کا قانون ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نے نہیں جلایا یہ قانون کی خلاف ورزی ہے ۔ پانی ڈبوتا ہے یہ قدرت کا قانون ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نہیں ڈبویا ۔ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے ۔ جب اللہ کی عادت خلاف کرنے کی نہیں ہے تو ان واقعات (مثلاً) میں ایسا کیوں ہوا ؟ بجائے اس کے کہ اس "کیوں" کا جواب تلاش کیا جاتا ان واقعات کا انکار کر دینے ہی میں آسانی نظر آئی یا ان کا ایسا مطلب بیان کیا گیا جو قرآن کے بیان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا ۔

مذکورہ آیت میں اسی غلطی کی اصلاح کی گئی ہے اور اس میں دو قسم کے قانونِ قدرت بیان کئے گئے ہیں ۔ ایک وہ جو لوگوں کو معلوم ہیں کہ پانی بوجھل چیز کو ڈبو دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرعونیوں کو ڈبویا اور دوسرے وہ جو لوگوں کو معلوم نہیں کہ پانی کبھی نہیں ڈبوتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو نہیں ڈبویا ۔ اس آیت میں دونوں قسم کے قانونِ قدرت کو جمع کر دیا گیا ہے ۔ پہلے کا ذکر اَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ (ہم نے فرعونیوں کو غرق کر دیا) میں اور دوسرے کا ذکر اَنْجَیْنٰکُمْ (ہم نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی) میں ہے ۔

پہلی قسم کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے اور اس کے مطابق دنیا کا نظام چل رہا ہے ۔ لیکن دوسری قسم کے قانون کا ذکر بھی کم جگہ نہیں ہے جس کے ذریعہ دنیا کے نظام پر کنٹرول کیا جاتا ہے ۔

قرآن میں جہاں کہیں اللہ کی مشیت اور اس کے ارادہ کا ذکر ہے اور اس کی برتری و بالادستی بیان ہوئی ہے۔ ان سب جگہ اسی دوسرے قسم کے قوانین کی طرف اشارہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی مشیت (کسی بات یا کام کو چاہنا) اور ارادہ (کسی بات یا کام کا ارادہ کرنا) بغیر سوچے سمجھے اٹکل میں تیر چلانا نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک نظم وضبط اور قاعدہ و قانون کے تحت ہوتا ہے جن تک ہماری پہونچ نہیں ہو پاتی ہے۔

انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ قانون قدرت کے بارے میں جتنا وہ جانتا ہے اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ اور جو کچھ ہے اس کو قانون قدرت کے خلاف سمجھ کر انکار کر دیتا ہے۔ حالانکہ دن بدن علم میں اضافہ کے ساتھ قانون قدرت کے علم میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ہر نئی دریافت کے وقت بے اختیار انسان کی زبان سے نکل پڑتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (اللہ بڑی برکت والا سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔)

قانونِ قدرت کے بارے میں جس قدر انسان کو معلوم ہے وہ تجربہ مشاہدہ اور تحقیق سے ہے۔ جن کا سلسلہ کہیں بند نہیں ہوتا ہے۔ اس سے شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ جس قدر قانون قدرت کی اب تک دریافت ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی قانونِ قدرت موجود ہیں۔ پہلے جب تک ریسرچ و تحقیق کا کام آگے نہیں بڑھا تھا ان غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعات (معجزات) کو ثابت کرنے کے لئے فلسفیوں کے نظریات سے سہارا لیا جاتا تھا پھر بھی ان کو خرقِ عادات (اللہ کی عادت کے خلاف) کا نام دیا جاتا تھا۔ لیکن اب بات اتنی زیادہ آگے بڑھ گئی ہے کہ کہ نہ فلسفیوں کی راہوں سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ ان کو خرقِ عادت (عادت کے خلاف) قرار دے کر قانون قدرت سے مستثنیٰ کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ان (معجزات) کی ایک جامع تعبیر کی ضرورت ہے کہ ان کا تعلق قانون قدرت کی اس دوسری قسم سے ہے جس کا علم ہمیں نہیں ہے۔ نہ کسی سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے ڈر سے ایسا مطلب بیان کرنے کی ضرورت ہے جو قرآن کے بیان سے مناسبت نہ رکھتا ہے۔ اب وہ زمانہ گیا جبکہ قرآنی حقائق کو ثابت کرنے کے لئے معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا جاتا تھا۔ اب وہ زمانہ آگیا کہ اس "اندازِ معذرت کرنا پڑے گی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پھول کے بیج سے قانونِ قدرت کے مطابق ایک ہی قسم کے

پھول پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی 'بیج' سے ایک علیحدہ قسم کا پھول (SPROUT) پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ جینئس (GENIUS) کی صفت انسان میں پیدائشی و موروثی ہوتی ہے۔ اگر یہ صفت رفتہ رفتہ نسل و خاندان کے شخص میں ایک دم سے کوئی جینئس (GENIUS) بناتا ہے اور باپ دادا میں کوئی نشانی نہیں ملتی ہے تو نہ قدرت کا یہ حیرت انگیز قانون سمجھ میں آتا ہے اور نہ کسی میکانکی عمل کے دائرہ میں آتا ہے۔ یہ دونوں غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعات موجود ہیں لیکن جس قدر قانونِ قدرت ہمیں معلوم ہیں یہ واقعات ان کے مطابق نہیں ہیں جب یہ بات طے ہے کہ کوئی واقعہ قانون قدرت کے خلاف نہیں ہوتا ہے تو لامحالہ کچھ اور قوانین قدرت ماننے پڑیں گے جن کے مطابق یہ واقعات ہوتے ہیں اور قانونِ قدرت کے خلاف ورزی نہیں لازم آتی۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب "تہذیب کی تشکیل جدید" میں لکھا ہے کہ:

"معجزات دوسرے عالم کے قوانین اس عالم پر اثر انداز ہونے سے ظاہر ہوتے ہیں اس عالم میں چونکہ اثر اندازی کے فلسفہ سے واقفیت نہیں ہوتی اس بنا پر معجزات کو "عجائبات" میں شمار کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقتہً نہ ان میں کوئی عجوبہ ہوتا ہے اور نہ وہ قانونِ قدرت کے خلاف ہوتے ہیں۔" (ص ۱۲۸)

انہیں دوسرے عالم کے قوانین کو قانونِ قدرت کی دوسری قسم قرار دیا گیا ہے جن کے تحت معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں دونوں قسم کے قوانین کا علم ہو جائے تو پھر خلاف ورزی کی بات بے معنی ہو کر رہ جائے۔ یہ قرآن کا بجائے خود بہت بڑا معجزہ ہے کہ اس نے معجزات کے ذریعہ اور دوسری آیتوں کے ذریعہ ان قوانین (دوسری قسم) کی خبر دی جن کے ذریعے دنیا کے نظام اور اس میں جاری قانون پر کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جن سے اب انکار کرنا محال ہے اور معجزات کو ان قوانین کے لئے بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن میں زندگی کے اصول بیان کیے گئے اور کچھ جزئیات بطور نمونہ ذکر کی گئیں۔ اسی طرح قرآن میں دوسرے قوانین ذکر کیے گئے ہیں اور کچھ معجزات بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔